اسلامی نظامِ جماعت

اسلام میں جماعتی زندگی کے قواعد

پہلی چیز یہ ہے کہ جماعت کے ہر فرد کو نظامِ جماعت کا بحیثیتِ مجموعی، اور جماعت کے افراد کا فرداً فرداً، سچے دل سے خیر خواہ ہونا چاہیے۔

جماعت کی بدخواہی، یا افراد جماعت سے کینہ، بغض، حسد، بدگمانی اور ایذارسانی وہ بدترین جرائم ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے ایمان کے منافی قرار دیا ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ آپ کی اس جماعت کی حیثیت دنیوی پارٹیوں کی سی نہیں ہے جن کا تکیہ کلام یہ ہوتا ہے کہ "میری پارٹی، خواہ حق پر ہو، یا ناحق پر"۔ نہیں، آپ کو جس رشتہ نے ایک دوسرے سے جوڑا ہے وہ دراصل اللہ پر ایمان کا رشتہ ہے، اور اللہ پر ایمان کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ آپ کی دوستی اور دشمنی، محبت اور نفرت جو کچھ بھی ہو اللہ کے لیے ہو۔ آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہے نہ کہ اللہ کی نافرمانی میں۔ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

اللہ کی طرف سے جماعت کی خیرخواہی کا جو فرض آپ پر عائد ہوتا ہے اس کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ بیرونی حملوں سے آپ اس کی حفاظت کریں، بلکہ یہ بھی ہیں کہ ان اندرونی امراض سے بھی اس کی حفاظت کے لیے ہر وقت مستعد رہیں جو نظامِ جماعت کو خراب کرنے والے ہیں۔ جماعت کی سب سے بڑی خیرخواہی یہ ہے کہ اس کو راہِ راست سے نہ ہٹنے دیا جائے، اس میں غلط مقاصد اور غلط خیالات اور غلط طریقوں کے پھیلنے کو روکا جائے، اس میں کسی کا استبداد نہ چلنے دیا جائے، اس میں کسی دنیوی غرض یا کسی شخصیت کو بت نہ بننے دیا جائے، اور اس کے دستور کو بگڑنے سے بچایا جائے۔

اسی طرح اپنے رفقاءِ جماعت کی خیرخواہی کا جو فرض آپ میں سے ہر شخص پر عائد ہوتا ہے، اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ آپ اپنی جماعت کے آدمیوں کی بے جا حمایت کریں اور ان کی

غلطیوں میں ان کا ساتھ دیں' بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ معروف میں ان کے ساتھ تعاون کریں اور منکر میں صرف عدم تعاون ہی پر اکتفا نہ کریں' عملاً ان کی اصلاح کی بھی کوشش کریں۔ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی جو کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ جہاں اس کو راہ راست سے بھٹکتے ہوئے دیکھے وہاں اسے سیدھا رستہ دکھائے اور جب وہ اپنے نفس پر ظلم کررہا ہوتو اس کا ہاتھ پکڑلے۔

البتہ آپس کی اصلاح میں یہ ضرور پیش نظر رہنا چاہیے کہ نصیحت میں عیب چینی اور خردہ گیری اور تشدد کا طریقہ نہ ہو بلکہ دوستانہ دردمندی واخلاص کا طریقہ ہو۔جس کی آپ اصلاح کرنا چاہتے ہیں اس کو آپ کے طرزِ عمل سے یہ محسوس ہونا چاہیے کہ اس اخلاقی بیماری سے آپ کا دل دکھتا ہے نہ کہ اس کو اپنے سے فروتر دیکھ کر آپ کا نفسِ متکبر لذّت لے رہا ہے۔

تیسری بات جس کی طرف میں ابھی اشارہ کرچکا ہوں' مگر جس کی اہمیت اس کی متقاضی ہے کہ اسے واضح طور پر بیان کیا جائے' یہ ہے کہ جماعت کے اندر جماعت بنانے کی کوشش کبھی نہ ہونی چاہیے۔ سازشیں' جتھہ بندیاں' نجوئی ' عہدوں کی امیدواری' حمیّتِ جاہلیہ اور نفسانی رقابتیں' یہ وہ چیزیں ہیں جو ویسے بھی جماعتوں کی زندگی کے لیے سخت خطرناک ہوتی ہیں' مگر اسلامی جماعت کے مزاج سے تو ان چیزوں کو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ اسی طرح غیبت اور تنابز بالالقاب اور بدظنی بھی جماعتی زندگی کے لیے سخت مہلک بیماریاں ہیں جن سے بچنے کی ہم سب کو کوشش کرنی چاہیے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ باہمی مشاورت جماعتی زندگی کی جان ہے' اس کو کبھی نظرانداز نہ کرنا چاہیے۔ جس شخص کے سپرد کسی جماعتی کام کی ذمہ داری ہو اس کے لیے لازم ہے کہ اپنے کاموں میں دوسرے رفقاء سے مشورہ لے اور جس سے مشورہ لیا جائے اس کا فرض ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ اپنی حقیقی رائے کا صاف صاف اظہار کرے۔ جو شخص اجتماعی مشاورت میں اپنی صوابدید کے مطابق رائے دینے سے پرہیز کرتا ہے وہ جماعت پر ظلم کرتا ہے اور جو کسی مصلحت سے اپنی صوابدید کے خلاف رائے دیتا ہے وہ جماعت کے ساتھ غدر کرتا ہے' اور جو مشاورت کے موقع پر اپنی رائے چھپاتا ہے اور بعد میں جب اس کے منشاء کے خلاف کوئی بات طے ہوجاتی ہے تو جماعت میں بددلی پھیلانے کی کوشش کرتا ہے' وہ بدترین خیانت کا مجرم ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جماعتی مشورے میں کسی شخص کو اپنی رائے پر اتنا مُصر نہ ہونا چاہیے کہ یا تو اس کی بات مانی جائے ورنہ جماعت سے تعاون نہ کرے گا یا اجماع کے خلاف عمل کرے

گا۔ بعض نادان لوگ بربنائے جہالت اس کو حق پرستی سمجھتے ہیں' حالانکہ یہ صریح اسلامی احکام اور صحابہ کرامؓ کے متفقہ تعامل کے خلاف ہے۔ خواہ کوئی مسئلہ کتاب وسنت کی تعبیر اور نصوص سے کسی حکم کے استنباط سے تعلق رکھتا ہو یا دنیوی تدابیر سے متعلق ہو' دونوں صورتوں میں صحابہ کرامؓ کا طرز عمل یہ تھا کو جب تک مسئلہ زیرِ بحث رہتا' اس میں ہر شخص اپنے علم اور اپنی صوابدید کے مطابق پوری صفائی سے اظہارِ خیال کرتا اور اپنی تائید میں دلائل پیش کرتا تھا' مگر جب کسی شخص کی رائے کے خلاف فیصلہ ہوجاتا تو وہ یا تو اپنی رائے واپس لے لیتا تھا' یا اپنی رائے کو درست سمجھنے کے باوجود فراخ دلی کے ساتھ جماعت کا ساتھ دیتا تھا' جماعتی زندگی کے لیے یہ طریقہ ناگزیر ہے' ورنہ ظاہر ہے کہ جہاں ایک شخص اپنی رائے پر اس قدر مصر ہو کہ جماعتی فیصلوں کو قبول کرنے سے انکار کردے' وہاں آخر کار پورا نظامِ جماعت درہم برہم ہو کر رہے گا۔

آخری چیز جو جماعتی زندگی کے لیے اہم ترین ہے وہ یہ ہے کہ "اسلام بغیر جماعت کے نہیں ہے' اور جماعت بغیر امارت کے نہیں ہے"۔ اس قاعدہ کلیہ کے بموجب آپ کے لیے ضروری ہے کہ جماعت بننے کے ساتھ ہی آپ اپنے لیے ایک امیر منتخب کرلیں۔

امیر کے انتخاب میں آپ کو جو امور ملحوظ رکھنے چاہئیں وہ یہ ہیں کہ کوئی شخص جو امارت کا امیدوار ہو' اسے ہرگز منتخب نہ کیا جائے۔ کیونکہ جس شخص میں اس کارِ عظیم کی ذمہ داری کا احساس ہوگا وہ کبھی اس بار کو اٹھانے کی خواہش نہ کرے گا' اور جو اس کی خواہش کرے گا وہ دراصل نفوذ واقتدار کا خواہش مند ہوگا نہ کہ ذمہ داری سنبھالنے کا۔ اس لیے اللہ کی طرف سے اس کی نصرت وتائید کبھی نہ ہوگی۔ انتخاب کے سلسلہ میں لوگ ایک دوسرے سے نیک نیتی کے ساتھ تبادلہ خیالات کرسکتے ہیں' مگر کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف نجویٰ اور سعی نہ ہونی چاہیے ۔ شخصی حمایت وموافقت کے جذبات کو دل سے نکال کر بے لاگ طریقہ سے دیکھیے کہ آپ کی جماعت میں کون ایسا شخص ہے جس کے تقویٰ' علم کتاب وسنت' دینی بصیرت' تدبر' معاملہ فہمی اور راہِ خدا میں ثبات واستقامت پر آپ سب سے زیادہ اعتماد کرسکتے ہیں۔ پھر جو بھی ایسا نظر آئے' اللہ پر توکل کرکے اسے منتخب کرلیجیے۔ اور جب آپ اسے منتخب کرلیں تو اس کی خیر خواہی' اس کے ساتھ مخلصانہ تعاون' معروف میں اس کی اطاعت' اور منکر میں اس کی اصلاح کی کوشش آپ کا فرض ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسلامی جماعت میں امیر کی وہ حیثیت نہیں ہے جو مغربی جمہوریتوں میں صدر کی ہوتی ہے... وہ لوگ خود اپنے منتخب کردہ صدر پر اعتماد

نہیں کر سکتے، ہمیشہ اس کی بے ایمانی سے غیر مامون رہتے ہیں، اور اپنے دستور میں طرح طرح کی پابندیاں اور رکاوٹیں عائد کر دیتے ہیں تاکہ وہ خدا سے زیادہ اقتدار حاصل کر کے مستبد فرمانروا نہ بن جائے۔ مگر اسلامی جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے صاحبِ امر کے انتخاب میں تقویٰ اور دیانت ہی کو تلاش کرتی ہے، اور اس بنا پر وہ اپنے معاملات پورے اعتماد کے ساتھ اس کے سپرد کرتی ہے۔ لہٰذا مغربی طرز کی جمہوری جماعتوں کی تقلید کرتے ہوئے اپنے دستور میں اپنے امیر پر وہ پابندیاں عائد کرنے کی کوشش نہ کیجیے جو عموماً وہاں صدر پر عائد کی جاتی ہیں۔ اگر آپ کسی کو خدا ترس اور متدین پاکر اسے امیر بناتے ہیں تو اس پر اعتماد کیجیے۔ اور اگر آپ کے نزدیک کسی کی خدا ترسی و دیانت اس قدر مشتبہ ہو کہ آپ اس پر اعتماد نہیں کر سکتے تو اس کو سرے سے منتخب ہی نہ کیجیے۔ (روداد، اول، ص ۲۲ تا ۲۷)

جماعتی اوصاف

جماعتی نظم کو مستحکم اور کارگر بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ارکان جماعت کے درمیان محبت وہمدردی ہو، آپس میں حسن ظن ہو، بے اعتمادی کی جگہ اعتماد ہو، آپس میں مل کر کام کرنے کی صلاحیت ہو، ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرنے کی عادت ہو، خود آگے بڑھیں اور دوسروں کو اپنے ساتھ آگے بڑھائیں۔ یہ اوصاف ہر جماعتی نظم کے لیے ناگزیر ہیں۔ ورنہ اگر فرداً فرداً سب لوگ اعلیٰ درجہ کی صفاتِ حسنہ اپنے اندر پیدا کرلیں لیکن منظم و مربوط نہ ہوں، آپس میں متعاون نہ ہوں، شانہ سے شانہ ملا کر چل نہ سکیں تو ہم دنیا میں علم بردارانِ باطل کا بال تک بیکا نہیں کرسکتے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ شخصی حیثیت سے بہترین انسان ہم میں ہمیشہ موجود رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ اور اگر آج دنیا بھر کو ہم چیلنج دے کر کہیں کہ ایسے لوگ کسی کے پاس نہ ہوں گے تو شاید اس چیلنج کا جواب کسی قوم سے نہ دیا جاسکے گا، مگر یہ معاملہ صرف انفرادی اصلاح کی حد تک ہے۔ جن لوگوں نے اپنی انفرادی اصلاح میں کمال حاصل کیا ہے انہوں نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ چند سو یا چند ہزار افراد پر اپنا اثر پھیلا دیا اور تقدس کی چند یادگاریں چھوڑ کر رخصت ہوگئے۔ یہ طریقہ بڑے کام کرنے کا نہیں ہے۔...

انفرادی تزکیہ کے لحاظ سے ہماری اپنی جماعت میں بھی ایسے رفقا کی کمی نہیں ہے جن کی حالت پر خود مجھے رشک آتا ہے مگر جہاں تک جماعتی تزکیہ کا تعلق ہے، حالات افسوسناک ہیں۔...

قرآن میں اس مسئلہ پر اصولی حد تک مفصّل روشنی ڈالی گئی ہے اور حدیث میں اصول کی مکمل تشریحات موجود ہیں۔ پھر سیرتِ نبویؐ اور سیر الصحابہؓ کے مطالعہ سے مطلوبہ اجتماعی اخلاق کے علمی نمونے بھی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ ان چیزوں کی ورق گردانی کیجیے اور ناپ تول کر دیکھیے کہ کس پہلو سے ہمارے اجتماعی نظم میں کیا اور کتنی کمی ہے' اور اس کمی کو پورا کرنے کی فکر کیجیے۔

صاف بات ہے کہ اجتماعی نظم میں ایک فرد کو دوسرے افراد سے لامحالہ سابقہ پیش آتا ہے۔ اگر حُسنِ ظن' ہمدردی' ایثار اور رواداری نہ ہو تو مزاجوں کا اختلاف تعاون کو چار دن بھی جاری نہیں رہنے دے گا۔ جماعتی نظم چلتا ہی اس اصول پر ہے کہ دوسروں کے لیے آپ اپنا کچھ چھوڑیں اور دوسرے آپ کے لیے کچھ چھوڑیں۔ اس ایثار کی ہمت نہ ہو تو کسی انقلاب کا نام بھی زبان پر نہ لانا چاہیے (روداد' دوم' ص ۳۵ تا ۳۷)

اطاعت اور جماعتی قوت

میں آپ حضرات کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ میری طرف سے دعوت کی ایک ہی صدا سن کر ہندوستان کے مختلف گوشوں سے موجودہ زمانے کے پرصعوبت سفر کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے یہاں جمع ہوگئے۔ اس طرح میری آواز پر لبیک کہہ کر آپ نے میری طاقت میں بھی اضافہ کیا اور اپنی طاقت میں بھی۔ ایسا نہ کرتے تو میں اپنی جگہ کمزور ہوجاتا اور آپ اپنی جگہ' اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری یہ تحریک' جو ایک بہت بڑے عزم کا اظہار ہے' خود بخود ٹھٹھر کر رہ جاتی۔

آپ جب کسی شخص کو کسی مقصد عظیم کے لیے خود اپنا امیر بناتے ہیں تو اس کی اطاعت کرکے دراصل اپنی ہی طاقت کو مضبوط کرتے ہیں۔ جس قدر زیادہ آپ کے اندر انانیت و خودپسندی ہوگی' اور جتنی کم اطاعت کا اظہار آپ سے ہوگا' اتنا ہی آپ کا اپنا بنایا ہوا امیر کمزور ہوگا' اور اسی قدر اس کی کمزوری کی وجہ سے آپ کی جماعتی طاقت ضعیف ہوگی اور اس کے برعکس جس قدر زیادہ آپ کے قلب و دماغ پر اپنے مقصد کا عشق حاوی ہوگا' اور اس عشق میں جتنا زیادہ آپ اپنی خودی کو فنا کریں گے' اور جتنی زیادہ اپنے مقصد کی خاطر اطاعت امر کا صدور آپ سے ہوگا' اسی قدر زیادہ آپ کا مرکز قوی ہوگا اور آپ کی جماعتی طاقت زبردست ہوگی۔

میں یہ دیکھ کر اکثر اپنی جگہ خوش ہوتا ہوں کہ ہماری اس جماعت میں شخصیت پرستی اور ذہنی غلامی موجود نہیں ہے۔ بلکہ ہر شخص کے اندر اچھی خاصی نقادانہ نظر موجود ہے' اور سب سے بڑھ کر آپ کی تنقیدی نگاہیں خود میرے اوپر پڑتی ہیں۔ لیکن یہ خیال رکھیے کہ جتنی کڑی تنقیدی

نگاہ آپ مجھ پر ڈالتے ہیں' اور آپ کا فرض ہے کہ ایسا کریں' اتنی ہی کڑی تنقیدی نگاہ میں بھی آپ پر ڈالتا ہوں' اور میرا بھی یہ فرض ہے کہ ایسا کروں۔

آپ سے امر کی اطاعت اور ضابطے کی پابندی اور رضاکارانہ خدمت کی ادائیگی میں جتنی کمزوری ظاہر ہوتی ہے اتنا ہی میں اپنے آپ کو بے بس پاتا ہوں اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایسی بندوقوں سے کام لے رہا ہوں جو لبلبی دبانے پر بھی فائر نہیں کرتیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے ہتھیاروں کو لے کر کون ایسا نادان ہوگا جو کسی بڑے اقدام کا ارادہ کر بیٹھے۔ برعکس اس کے جب میں آپ کے اندر اطاعت اور تطوع اور باضابطگی کے اوصاف پاتا ہوں' اور یہ دیکھتا ہوں کہ ایک آواز پر آپ جمع کیے جاسکتے ہیں' ایک اشارے پر آپ حرکت کرسکتے ہیں' اور خود اپنے دل کی لگن سے آپ اس کام کو کرتے رہتے ہیں۔ جو آپ کے سپرد کیا جائے' تو میرا دل قوی اور میری ہمت بلند ہونے لگتی ہے' اور میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اب مجھے وہ طاقت حاصل ہو رہی ہے جس سے میں اس مقصد عظیم کے لیے کچھ زیادہ کام کرسکوں۔ (روداد' سوم' ص ۱۰ - ۱۱)

باہمی اصلاح کا صحیح طریقہ

باہمی اصلاح کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کی کوئی بات آپ کو کھٹکے' یا اس سے کوئی شکایت آپ کو ہو۔ اس کے معاملے میں آپ جلدی نہ کریں' بلکہ پہلے اسے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ پھر اولین فرصت میں خود اس شخص سے مل کر تخلیہ میں اس سے بات کریں۔ اس پوری مدت میں اس معاملہ کا ذکر غیر متعلق لوگوں سے کرنا اور شخص متعلق کی غیرموجودگی میں اس کا چرچا کرنا صریحاً" غیبت ہے' جس سے قطعی اجتناب کرنا چاہیے۔

اجتماعی تنقید کا صحیح طریقہ

آپس میں ایک دوسرے کی غلطیوں اور کمزوریوں پر تنقید بھی اجتماعی اصلاح کا ایک مفید طریقہ ہے۔ مگر تنقید کے صحیح حدود اور آداب ملحوظ نہ رکھنے سے یہ سخت نقصان دہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس لیے میں وضاحت کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس کی حدود اور آداب کیا ہیں :

۱- تنقید ہر وقت ہر صحبت میں نہ ہو۔

۲ - تنقید کرنے والا اللہ کو شاہد سمجھ کر پہلے خود اپنے دل کا جائزہ لے لے کہ وہ اخلاص اور خیرخواہی کے جذبے سے تنقید کر رہا ہے یا اس کا محرک کوئی نفسانی جذبہ ہے۔ اگر پہلی صورت ہو تو بے شک تنقید کی جائے ورنہ زبان بند کرکے خود اپنے نفس کو اس ناپاکی سے بچانے کی فکر کرنی

چاہیے۔

۳۔ تنقید کا لہجہ اور زبان دونوں ایسے ہونے چاہئیں جن سے ہر سننے والے کو محسوس ہو کہ آپ فی الواقع اصلاح چاہتے ہیں۔

۴۔ تنقید کے لیے زبان کھولنے سے پہلے یہ اطمینان کرلیجیے کہ آپ کے اعتراض کی کوئی بنیاد واقعہ میں موجود ہے۔ بلاتحقیق کسی کے خلاف کچھ کہنا ایک گناہ ہے۔ جس سے فساد رونما ہوتا ہے۔

۵۔ جس شخص پر تنقید کی جائے اسے تحمل کے ساتھ بات سننی چاہیے۔ انصاف کے ساتھ غور کرنا چاہیے۔ جو بات حق ہو اسے سیدھی طرح مان لینا چاہیے۔ اور جو بات غلط ہو اس کی بدلائل تردید کردینی چاہیے۔ تنقید سن کر طیش میں آجانا کبر اور غرور نفس کی علامت ہے۔

۶۔ تنقید اور جواب تنقید اور جواب الجواب کا سلسلہ بلا نہایت نہیں چلنا چاہیے' کہ وہ ایک مستقل ردوکد بن کر رہ جائے۔ بات صرف اس وقت تک ہونی چاہیے جب تک دونوں کے مختلف پہلو وضاحت کے ساتھ سامنے نہ آجائیں۔ اس کے بعد اگر معاملہ صاف نہ ہو تو گفتگو ملتوی کردیجیے' تاکہ فریقین ٹھنڈے دل سے اپنی اپنی جگہ غور کرسکیں۔

ان حدود کو ملحوظ رکھ کر جو تنقید کی جائے وہ نہ صرف یہ کہ مفید ہے بلکہ اجتماعی زندگی کو درست رکھنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی تنظیم زیادہ دیر تک صحیح راستے پر گامزن نہیں رہ سکتی۔ اس تنقید سے کسی کو بھی بالا تر نہ ہونا چاہیے۔ میں اس کو جماعت کی صحت برقرار رکھنے کے لیے ناگزیر سمجھتا ہوں' اور مجھے یقین ہے کہ جس روز خدانخواستہ ہمارے یہاں اس کا دروازہ بند ہوا' اسی روز ہمارے بگاڑ کا دروازہ کھل جائے گا۔

جلد ۱۱۸ کا شمارہ نومبر' دسمبر ۱۹۹۲ء عدد ۳'۴ اکٹھا شائع کیا جا رہا ہے ۔ آئندہ ترجمان القرآن کی نئی جلد کا پہلا شمارہ جنوری ۱۹۹۳ء میں شائع ہو گا۔

(ادارہ)